جب اہرام (Pyramid) ٹوٹ جائے: ہر مرحلے پر خود سے ماورا ہونے کا جذبہ

ابراہم میسلو کا 'درجہ بندیِ ضروریات' (Hierarchy of Needs) کا نظریہ انسانی محرکات کے ارتقاء کا ایک بہترین خلاصہ پیش کرتا ہے۔ اس کے نچلے حصے میں بنیادی ضروریات ہیں: کھانا، چھت اور تحفظ۔ اس کے بعد تعلق، عزتِ نفس اور آخر میں 'تکمیلِ ذات' (Self-actualization) کا مرحلہ آتا ہے—یعنی وہ بننے کی خواہش جس کی کسی انسان میں صلاحیت موجود ہے۔ یہ ماڈل بہت مقبول ہوا کیونکہ یہ روزمرہ کی زندگی کے عین مطابق محسوس ہوتا ہے۔ اس بات کو ہم سب جانتے ہیں کہ بھوک کی حالت میں فلسفے پر غور کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے، یا بقا کی فکر میں مبتلا ہو کر تخلیقی مقاصد کے حصول کی کوشش کرنا کتنا دشوار ہو جاتا ہے۔ تاہم، حقیقی زندگی اکثر ہمیں حیران کر دیتی ہے۔

جب زندگی اہرام (Pyramid) کے اصول توڑ دیتی ہے

تاریخ اور عام زندگی، دونوں ہی ایسی داستانوں سے بھری پڑی ہیں جو اس اہرام میں فٹ نہیں بیٹھتیں۔ ایک بچی جو اپنی ٹافی اس سہیلی کو دے دیتی ہے جس کے پاس کچھ نہیں؛ ایک مزدور جو اپنا ناکافی کھانا کسی اجنبی کے ساتھ بانٹ لیتا ہے؛ ایک سپاہی جو اپنے ساتھیوں کو بچانے کے لیے دستی بم پر کود جاتا ہے؛ یا روزمرہ کا ایک عام مشاہدہ: ایک طالب علم جو امتحان کے لیے بھاگا جا رہا ہو مگر راستے میں کسی زخمی کو دیکھ کر اسے ہسپتال پہنچانے کے لیے رک جائے۔

ان میں سے کسی نے بھی یہ قدم اٹھانے سے پہلے میسلو کے اہرام کے "نچلے درجے" مکمل نہیں کیے تھے۔ انہوں نے اس لمحے میں اپنی ذات سے بالاتر ہو کر سوچا، اور بعض اوقات اس کی بھاری ذاتی قیمت بھی چکائی۔ یہ واقعات ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ 'خود سے ماورا ہونا' (Self-transcendence) صرف خوشحال اور محفوظ لوگوں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ یہ ہر انسانی دل میں موجود ایک امکانی بیج ہے، جو غیر متوقع لمحات میں پھوٹنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

وکٹر فرینکل اور دکھ میں معنی کی تلاش

آسٹریا کے ماہرِ نفسیات اور ہولوکاسٹ (نازی کیمپوں) سے زندہ بچ جانے والے وکٹر فرینکل نے ان عقوبت خانوں میں اس حقیقت کا مشاہدہ بہت قریب سے کیا۔ ایک ایسی جگہ جہاں انسان خوراک، تحفظ اور عزتِ نفس سے محروم تھا، وہاں بھی فرینکل نے قیدیوں کو روٹی کا آخری ٹکڑا بانٹتے، دوسروں کو تسلی دیتے اور مایوس ہونے کے بجائے باوقار طریقے سے تکلیف سہنے کا انتخاب کرتے دیکھا۔ فرینکل کی کتاب 'انسان کی تلاشِ معنی' (Man's Search for Meaning) اس بات پر زور دیتی ہے کہ 'معنی' کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا انتظار کیا جائے کہ پہلے دیگر ضروریات پوری ہوں۔ یہ وہ انتخاب ہے جو ہم شدید ترین تکلیف کے عالم میں بھی کر سکتے ہیں۔

یہ بات اہرام کی ترتیب کو چیلنج کرتی ہے۔ اگر آشوٹز (Auschwitz) جیسے حراستی کیمپ میں بھی خود سے ماورا ہونا ممکن ہے، تو اسے کسی درجہ بندی کی چوٹی پر قید نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کوئی 'اضافی صفت' نہیں ہے، بلکہ ایک پوشیدہ شعلہ ہے جو تاریک ترین حالات میں بھی روشن ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ذات کی تکمیل سے آگے کا مرحلہ

میسلو نے خود بھی بعد میں اعتراف کیا تھا کہ انہوں نے اپنی تحقیق بہت جلد ختم کر دی تھی۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ انسانی محرکات کی معراج تکمیلِ ذات ہے—یعنی اپنی بہترین صورت میں ڈھل جانا، اپنی مکمل صلاحیت تک پہنچ جانا۔ تاہم، اپنی نامکمل تحریروں میں انہوں نے تجویز دی کہ تکمیلِ ذات سے آگے بھی ایک مقام ہے: 'خود سے ماورا ہونا'۔ یہ تبدیلی بظاہر معمولی مگر بہت اہم ہے۔ تکمیلِ ذات کا مرکز اب بھی 'میں' ہوں—میری ترقی، میری صلاحیت اور میری تسکین۔ جبکہ خود سے ماورا ہونا مرکز کو باہر کی طرف منتقل کر دیتا ہے—دوسروں کی طرف، سچائی کی طرف اور اپنی ذات سے بڑے مقاصد کی طرف۔

اس تناظر میں، فرینکل کے قیدی 'خود شناسی' نہیں کر رہے تھے، بلکہ وہ اپنی ذات سے بلند ہو رہے تھے—وہ صرف اپنے لیے نہیں بلکہ کسی اعلیٰ مقصد کے لیے ایثار، صبر اور امید کا دامن تھامے ہوئے تھے۔

باہمی ربط اور عطا کر دینے کی طلب

جدید ترغیباتی نظریات (Motivation theory) اس تصویر کو مزید واضح کرتے ہیں۔ ایڈورڈ ڈیسی اور رچرڈ ریان نے اپنے 'نظریہ خود ارادیت' (Self-Determination Theory) میں بتایا کہ انسان کی تین بنیادی نفسیاتی ضروریات ہیں: خود مختاری، مہارت اور 'تعلق' (Relatedness)۔ تعلق کا احساس—یعنی دوسروں کے ساتھ بامعنی اور حقیقی ربط—کوئی ایسی آسائش نہیں جو بعد میں حاصل ہو، بلکہ یہ خود مختاری یا اہلیت جتنی ہی بنیادی انسانی ضرورت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کڑے وقت میں بھی لوگ دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ ایک غریب دیہاتی کا مہمان کو کھانا کھلانا، کسی آفت سے بچ جانے والے شخص کا اپنے پڑوسی کو دلاسہ دینا، یا ایک بچے کا اپنی ٹافی بانٹنا——ان تمام اعمال سے اس گہری انسانی ضرورت کا اظہار ہوتا ہے کہ انسان کسی نہ کسی وابستگی کا حصہ بنے اور ایک دوسرے کی زندگی میں اپنی اہمیت محسوس کرے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہی تعلق اکثر وہ طاقت فراہم کرتا ہے جو محرومیوں کو برداشت کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

ہر مرحلے پر ماورائیت

شاید ہمیں میسلو کے ماڈل پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ وہ درجہ بندی ایک نقشے کے طور پر تو کارآمد تھی، مگر زندگی ہمیشہ سیدھی سڑکوں پر نہیں گزرتی۔ لوگ ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی سیڑھی نہیں چڑھتے۔ کبھی کبھی وہ اپنی ضروریات ادھوری ہونے کے باوجود اپنی ذات سے آگے کی جست لگا لیتے ہیں۔

اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو خود سے ماورا ہونا انسانی ارتقاء کا آخری مرحلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا امکان ہے جو ہر وقت موجود رہتا ہے۔ بچے ہوں یا غریب، بیمار ہوں یا عام و خاص——ہر کوئی اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ اور جب وہ ایسا کرتے ہیں، تو وہ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ انسان ہونے کا مطلب صرف زندہ رہنا یا ترقی کرنا نہیں ہے، بلکہ دینا، تعلق جوڑنا اور اپنی ذات سے پرے زندگی کے معنی تلاش کرنا ہے۔

ایک لطیف یاد دہانی

میسلو کا اہرام اب بھی انسانی محرکات کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ لیکن شاید انسانی زندگی کی اصل کہانی ایک سیڑھی نہیں بلکہ ایک وسیع منظرنامہ ہے، جہاں خود سے ماورا ہونے کا جذبہ کہیں بھی ظاہر ہو سکتا ہے——ہسپتال کی راہداری میں، اسکول کے میدان میں، یا دسترخوان پر سخاوت کے کسی ایک لمحے میں۔

فرینکل درست تھے: تکلیف میں بھی ہم اپنا ردِعمل منتخب کرنے میں آزاد ہیں۔ اور ڈیسی اور ریان ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ تعلق ایک بنیادی ضرورت ہے، کوئی اختیاری اضافی چیز نہیں۔ یہ تمام بصیرتیں مل کر ہمیں بتاتی ہیں کہ ماورائیت اہرام کی چوٹی نہیں بلکہ وہ دھاگہ ہے جو اس پورے اہرام کے اندر پرویا ہوا ہے۔

یہ وہ خاموش امکان ہے کہ کسی بھی لمحے، کمی اور تکلیف کے باوجود، ہم اپنی ذات سے بلند ہو سکتے ہیں۔